رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ

سالانہ - - - - روپے

ششماہی - - - - روپے

قیمت فی پرچہ (۲ر)

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ

سالانہ - - - - روپے

ششماہی - - - - روپے

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۹) | ۶ دے ۱۳۵۹ ف | ۱۴ محرم ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۶ نومبر ۱۹۴۹ء | نمبر (۳۰)

پنڈت نہرو کا سفر امریکہ

غیر جانبداری کا اعلان

پنڈت نہرو نے امریکہ میں جو تقریریں کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان غیر جانبدار رہے گا اور کسی بلاک سے وابستہ نہیں ہوگا۔ ایک پریس کانفرنس میں پنڈت نہرو نے کہا کہ ہندوستان کسی بلاک سے وابستہ رہنے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ دوسرے ممالک سے، ہیں خواہ کچھ بھی ہو ہندوستان اپنے آپ کو الگ رکھے گا اور کسی تصادم میں نہیں الجھے گا۔ ایوان سندوبین کو مخاطب کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے ایک اہم اعلان کیا "نہ تو ہم حقائق سے بے خبر ہیں اور نہ ہم کسی ایسے چیلنج کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں جو آزادی کو کسی سمت سے بھی دیا جائے۔ جہاں آزادی اور انصاف کو خطرہ ہو یا جہاں جارحانہ اقدام ہو ہم غیر جانبدار نہیں رہ سکتے اور نہیں رہیں گے"۔ یہ ایک اہم اعلان ہے لیکن آزادی، انصاف اور جارحانہ اقدام کا مفہوم مختلف ممالک میں مختلف ہے۔ اگر اس اعلان کی امریکہ تعبیر کرے تو کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیے کہ اگر سویٹ روس سے جنگ ہو جائے تو ہندوستان امریکہ کا ساتھ دے گا۔ امریکی باشندوں کے نزدیک روس کا ہر فعل آزادی اور انصاف کے لئے خطرہ ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس اعلان پر ایوان سندوبین میں پر زور تالیاں بجائی گئیں اور اس اعلان کا مفہوم یہی لیا گیا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

امریکہ کے اخبارات اور مدبرین یہ بتا رہے ہیں کہ پنڈت نہرو کے سفر کا مقصد ایک خیر سگالی مشن ہے۔ سکریٹری آف اسٹیٹ ڈین ایچی سن نے حکومت کے نقطۂ نظر کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے مہمان سے کاروباری معاملات پر گفتگو کرنا نہیں چاہتے جو یہاں خیر سگالی مشن پر تشریف لائے ہیں اور ہمارے ملک کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ صدر ٹرومن نے اس سفر کو امریکہ کے انکشاف سے تعبیر کیا۔ پھر بھی ایک نیوز ایجنسی کی رپورٹ ہے کہ پردہ کے پیچھے امریکی عہدہ دار پنڈت نہرو کو یہ باور کرانے کی سخت کوشش کر رہے ہیں کہ ان کے ملک کا مستقبل اس سرد جنگ میں مغرب سے وابستہ ہے نہ کہ سویٹ روس سے۔ اور یہ کہ پنڈت نہرو کے سفر سے امریکی عہدہ داروں کو اس کا موقع ملا کہ امریکہ ایشیائی ایک زبردست قوم سے اپنے تعلقات مستحکم کرے۔ امریکی اخبارات بھی احتیاط برت رہے ہیں وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امریکہ یہ نہیں چاہتا کہ پنڈت نہرو کو ان کی خارجی حکمت عملی ——— غیر جانبداری ———

سے ہٹایا جائے۔ ہندوستان کے وزیر اعظم کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ پنڈت نہرو مشرق کی ایک غیر کمیونسٹ قوم کے لیڈر ہیں۔ امریکہ کا ایک سربرآوردہ روزنامہ "واشنگٹن پوسٹ" لکھتا ہے کہ پنڈت نہرو جو ارتسام بیان سے ہندوستان کرے جائیں گے وہ مشرق و مغرب کے تعلقات کی تشکیل میں ایک عرصہ تک اثر انداز ہوں گے۔ کیونکہ پنڈت نہرو مشرق کے ایک وسیع رقبہ کے مستقبل کے معمار ہیں۔

پنڈت نہرو نے اعلان کیا کہ وہ اہم سیاسی قائدین، سائنس دان، اور کارخانہ داروں سے ملیں گے۔ جب ان لوگوں سے ملاقات ہوگی تو ظاہر ہے کہ صرف موسم پر گفتگو نہیں ہوگی۔ نہرو نے فنی امداد کی ضرورت پر پہلے ہی زور دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سائنس دان اور کارخانہ داروں سے گفتگو کا موضوع یہی فنی امداد ہوگی۔ ہندوستان نے بدیسی سرمایہ کی دراندازی پر مخالفت کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہماری قومی حکومت نے اعلان کر دیا ہے کہ بدیسی اور دیسی سرمایہ میں کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ جو امریکی باشندے ہندوستان میں سرمایہ لگانا چاہتے ہیں انھیں پنڈت نہرو مطمئن کریں گے کہ ہندوستان کا نظم و نسق مستحکم ہے۔ جوں ہی یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا ہندوستان کو ڈالر کی امداد ملے گی۔ امریکہ کی حکومت اپنے مہمان سے کاروباری معاملات پر گفتگو کرنا نہیں چاہتی لیکن دوسرے لوگ وہاں ایسے موجود ہیں جو اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

غیر جانبداری اور کسی بلاک سے الگ رہنے کی گفتگو تو ہوتی رہے گی۔ یہ ایک معقول عام [illegible]

مملکت

"ہفتہ وار"

۶ اردے ۱۳۵۹ف

ریاست حیدرآباد کا آخری موازنہ؟

اگر راجہ رامیشور راؤ سابق والی سمستان ونپرتی کی یہ پیشین گوئی کہ آئندہ سال یکم دوائی میں حیدرآباد تحلیل ہو جائے گا اور اس کے ٹکڑے متصل لسانی علاقوں پر ضم ہو جائیں گے صحیح ہے .... اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ صحیح نہ ہو کیونکہ راجہ صاحب کے سیاسی اور سماجی تعلقات بہت وسیع ہیں .... تو موجودہ فینانس منسٹر نے جو ششماہی موازنہ پیش کیا ہے وہ ریاست حیدرآباد کا شاید آخری موازنہ ہو۔ اس لئے اس پر تبصرہ یا تنقید کرنا ایک فعل عبث معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ایک چیز سامنے آگئی ہے اس لئے سرسری اظہار خیال بے محل نہ ہوگا۔

معزز رکن فینانس نے سولہ لاکھ کا خسارہ موازنہ میں اس توقع پر ظاہر کیا ہے کہ برار کی سالانہ رقم حیدرآباد کے خزانہ میں جمع ہوگی۔ ہماری رائے میں یہ توقع بیجا ہے۔ اس لحاظ سے برار کی ششماہی آمدنی یعنی ۱½ کروڑ کو خسارہ کی رقم میں جمع کرلینا چاہیئے۔ گویا خسارہ کی صحیح مقدار تقریباً ایک کروڑ ہوتی ہے۔ موازنہ خرچ (۳۲) کروڑ (۶۳) لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ بہتر ہوتا کہ اس موازنہ کی تفصیلات سے عوام کو آگاہ کیا جاتا۔ بجٹ نوٹ میں دیا ہے کہ ریاست کے قرضہ جات کی مقدار (۵۸) کروڑ (۸۵) لاکھ کے قریب ہے۔ بجٹ نوٹ کے ساتھ جو تختہ موسومہ حیدرآباد کا بجٹ بہ یک نظر بھیجا گیا ہے اس میں واجبات کی مقدار تقریباً (۷۶) کروڑ بتائی گئی ہے۔ کیا معزز رکن فینانس براہ کرم توضیح کریں گے کہ واجبات کی رقم میں قرضہ جات عامہ کے علاوہ اور کونسے مدات شامل ہیں۔ مختلف محفوظات کی مجموعی مقدار (۵۲) کروڑ (۸۰) لاکھ بتائی گئی ہے۔ کیا زر دو اصلاحات کی اس رقم میں شامل ہے جس کی مقدار (۱۲۳) کروڑ (۶) لاکھ بتائی گئی ہے۔

یہ امر موجب طمانیت ہے کہ اشاعت تعلیم کے لئے ۲½ کروڑ اور صحت عامہ کے لئے ایک کروڑ بارہ لاکھ کی رقم شامل موازنہ ہے۔ اگر یہ بھی بتادیا جاتا کہ نظم ونسق پر کتنا روپیہ صرف ہو رہا ہے اور اس مد میں کتنی کمی یا بیشی ہوئی تو عوام کے معلومات میں مفید اضافہ ہوتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اخراجات میں کافی کمی ہوگئی ہوگی کیونکہ ہزارہا ملازمین بر بنائے تخفیف یا برطرف ہوگئے ہیں اور ان کی جائدادیں بہ لحاظ کفایت شعاری حذف کردی گئی ہیں۔

بہرحال اگر راجہ رامیشور راؤ کی پیشین گوئی صحیح ہوئی تو آئندہ کے لئے نہ بانس رہے گی اور نہ بانسری بجے گی۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ہماری توقع اور راجہ صاحب کی خواہش پوری نہ ہوئی تو یہ امر متعلمین امور عامہ کے لئے ایک دلچسپ موضوع بنا رہے گا کہ کروڑ گیری، ریلوے، انکم ٹیکس، کرنسی، ڈاک تار ٹیلیفون، محصول جنگ اور شاید آبکاری کی آمدنی کے مسدود ہو جانے سے صوبہ حیدرآباد کی آمدنی اور خرچ میں کس طرح توازن پیدا کیا جائے گا۔ سیاسی پیش قیاسیاں کرنے والے حضرات کا خیال ہے کہ اگر حیدرآباد ریاست صوبہ میں تبدیل ہو کر سال دو سال کے لئے باقی رہ جائے تو یہاں کے فینانس منسٹر مسٹر ایل۔ این۔ گپتا یا مسٹر وامودر ریڈی ہوں گے۔ ان حضرات کو ابھی سے وہ طرز تیار کرلینا چاہیئے جس کے ذریعہ یہاں کا مالیہ چلایا جائے گا ہم اپنی گذشتہ اشاعت میں اسٹیٹ کانگریس کے نیتاؤں کو اس مسئلہ کی جانب متوجہ کیا تھا یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کس طرح اس گتھی کو سلجھانا چاہتے ہیں بادی النظر میں آسان حل تو وہی معلوم ہوتا ہے جو راجہ رامیشور راؤ کی پیشین گوئی کی صورت میں اخبارات میں شائع ہوا ہے۔

صرف روٹی چاہیئے

جمعیت علمائے ہند کے صدر مولانا حفظ الرحمن کی حیدرآباد میں آمد کی خبر سے بعض حلقوں میں یہ خیال کیا جارہا تھا کہ شاید مولانا حیدرآباد کے مسلمانوں کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل پیش کریں گے جس پر عمل کرنے سے وہ اپنی موجودہ پریشانیوں اور مصائب سے نجات پاسکیں۔ مولانا نے مختلف تقریریں کیں اور ایک صحافتی کانفرنس کو بھی مخاطب کیا۔ ان تقاریر اور بیانات میں مسلمانوں کی کوئی رہنمائی نہیں کی گئی مولانا نے مختلف اضلاع کا دورہ کیا اور اس دورہ کے تاثرات ایک تقریر میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ "سیکڑوں مکانات بے چھت، مسجدوں کو منہدم ہوئی دیکھا، ہزاروں ایکڑ مسلمان کی زمینات کو پٹواریوں نے دوسروں کے نام منتقل کردیا۔ مسلمانوں کو آئے دن قتل اور ڈاکہ کا خوف لاحق ہے۔ باز آبادکاری کا مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہوا، زمینات لوگوں کو واپس نہیں ملی ہیں وغیرہ۔" اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے مولانا نے کوئی تدبیر نہیں بتائی اور نہ کوئی پروگرام پیش کیا۔ البتہ اپنی تقریروں میں یہ ضرور کہا کہ مسلمانوں کو کانگریس میں شریک ہو جانا چاہیئے۔ قارئین واقف ہیں کہ ہم نے اس سے قبل بارہا واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل یہ نہیں ہے کہ وہ سیاسیات میں حصہ لیں۔ ایک سوال تو یہ ہے کہ بہ حیثیت مسلمان کے اب مسلمان کی سیاسیات کیا باقی رہ گئی ہے؟۔ اس سوال کا اب تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مسلمانوں کا اب صرف ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ بیروزگاری ہے۔ مسلمان اس وقت دوسرے مسائل پر سوچ ہی نہیں سکتا اور نہ وہ سیاسی جدوجہد کے تینشات میں حصہ لے سکتا ہے۔ وہ نہ تو مقننہ میں نشستوں کا تحفظ چاہتا ہے اور نہ جداگانہ انتخابات۔ اس کو نہ تو وزارت کی خواہش ہے اور نہ اقتدار کی۔ وہ ایک شہری کی طرح باعزت زندگی گزارنا چاہتا ہے اور زندہ رہنے کے لئے وسائل حیات کا متلاشی ہے۔ موجودہ انقلاب نے

ہزاروں مسلمانوں کو بے گھر کر دیا ہے، ہزاروں ایسے ہیں جو نان شبینہ کے لئے محتاج ہیں اور فاقہ کشی کی مصیبتوں سے دوچار ہیں۔ اس کا علاج سیاسی سرگرمیاں نہیں بلکہ معاشی لائحہ عمل ہے اور یہی چیز جمعیت العلماء کے پاس مفقود ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ مولانا حفظ الرحمن نے ایک طرف یہ اعلان کیا کہ "جمعیت علمائے ہند نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ سیاسیات میں حصہ نہیں لے گی بلکہ وہ مسلمانوں کی سماجی، معاشی اور مذہبی زندگی کو بہتر بنانے کی حد تک اپنی سرگرمیوں کو محدود رکھے گی۔" مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا اور ان کے رفقائے کار برابر سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور حیدرآباد کے مسلمانوں کی سماجی اور معاشی بہتری کے لئے کوئی لائحہ عمل پیش کرنے کے بجائے ان کو سیاسیات میں گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ مولانا جانتے ہیں کہ اسٹیٹ کانگریس میں اس وقت دو گروپ ہیں جو آپس میں متصادم ہیں۔ اگر مسلمان کانگریس کیا شریک ہوں تو کس گروپ کا ساتھ دیں۔ اگر وہ ایک گروپ کا ساتھ دیتے ہیں تو دوسرے کو ناراض کرتے ہیں اور یہ چیز مسلمانوں کے لئے کسی صورت میں مفید نہیں۔ ایک صحافتی کانفرنس میں جب مولانا حفظ الرحمن سے یہ پوچھا گیا کہ اگر کانگریسی لیڈروں کے عمل اور کانگریس کے اصول میں اختلاف ہو تو مسلمان کیا کریں۔ اس کا جواب مولانا نے یہ دیا کہ "جب ان دونوں چیزوں میں نمایاں فرق پیدا ہو جائے تو مسلمان کانگریس سے علیحدہ ہو جائیں۔" اگر ایسا ہوا تو مسلمانوں کا موقف کس قدر بے وضع ہو جائے گا، اور اس سے جو تلخی پیدا ہوگی وہ مسلمانوں کے لئے کس طرح مفید ہو سکتی ہے۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ مسلمان اسٹیٹ کانگریس کے دونوں گروپ کی کشمکش سے علیحدہ رہیں اور کسی گروپ کے غیظ و غضب کا مورد نہ بنیں۔ پولیس کارروائی کے بعد جب قاضی عبدالغفار صاحب حیدرآباد تشریف لائے تھے تو انہوں نے یہاں کے مسلمانوں کو وہی مشورہ دیا تھا جو مولانا حفظ الرحمن دے رہے ہیں۔ ان تمام مشوروں کے باوجود ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان بزرگان ملت نے حیدرآباد کے مسلمانوں کے آگے کوئی ایسا لائحہ عمل پیش نہیں کیا جو ان کی معاشی حالت کو بہتر بنا سکے، ان کو بے روزگاری سے بچا سکے، اور ان کے لئے ایک باعزت زندگی کی ضمانت دے سکے۔ ان حالات میں ہم صرف یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا مسلمانان دکن کو ان کے دوستوں سے محفوظ رکھے۔

ششماہی موازنہ

حکومت حیدرآباد کا نیا موازنہ، جو یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء سے نافذ ہوتا ہے۔ سابقہ موازنوں کے برعکس صرف چھ مہینوں کی مدت کے لئے، جو ۳۱ مارچ ۱۹۵۰ء کو ختم ہوتی ہے، مرتب کیا گیا ہے۔ یہ حکومت حیدرآباد کے اس فیصلے کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان مالیاتی سال سے، جو یکم اپریل سے شروع ہوتا ہے مطابقت پیدا کی جائے۔ لیکن اعداد کو ٹھیک طور پر سمجھنے اور مقابلے میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر موازنے کے تمام اندازے کامل ایک سال کی اساس پر قائم کئے گئے ہیں۔

خفیف سے خسارے کی توقع

سال ۱۳۵۹ف کے دوران میں آمدنی کا اندازہ (۵۰ء۳۲۲۵) لاکھ روپے اور خرچ کا اندازہ (۲۲ء۳۲۶۲) لاکھ روپے کیا گیا ہے جس سے (۲۰ء۱۶)

لاکھ روپے کا خسارہ ظاہر ہوتا ہے۔ البتہ پہلے چھ مہینوں میں آمدنی اور خرچ ترتیب وار (۴۸ء۱۶۴۶) لاکھ اور (۲۱ء۱۶۳۵) لاکھ رہیں گے جس کے نتیجے میں (۱۱ء۲۳) لاکھ کی بچت ہوگی۔

زاید محاصل سے ۲۱ لاکھ کی آمدنی

نئے موازنے میں صرف محصول اسٹامپ (غیر عدالتی) پر زاید محصول عاید کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جسے اس حد تک بڑھایا جائے گا جو مدراس میں رائج ہے۔ اس سے تقریباً (۱۰) لاکھ روپے کی زاید آمدنی حاصل ہوگی۔ محصول ٹپہ کی شرح۔

آمدنی اور خرچ میں اضافے کی توضیح

آمدنی میں (۵۰ء۳۲۲۵) لاکھ تک اضافہ کی ایک وجہ صرف خاص اور جاگیری علاقوں کا دیوانی میں انضمام ہے۔ اور ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ آب کاری کی آمدنی غیر معمولی طور پر بڑھتی ہوئی رہی۔ جہاں تک خرچ کا تعلق ہے۔ اس میں پچھلے سال کے اعداد کے مقابلہ میں تقریباً (۵) کروڑ کا اضافہ رہا۔ یہ اضافہ حسب ذیل مدات کے تحت ہے:

انفکاک قرضہ (۶۴ء۱۲۸ لاکھ)۔ عام نظم و نسق (۱۳ء۱۰۵ لاکھ)

تعلیم (۹۶ء۴۳ لاکھ)۔ زراعت (۲۵ء۶۵ لاکھ)

مجالس بلدیہ اور رفاہ عام (۹۸ء۶ لاکھ)۔ آبپاشی (۷۶ء۴۳ لاکھ)

گرانی الونس (۸۰ لاکھ) متفرق (۳۴ء۱۵۵ لاکھ)۔ اس میں جاگیرداروں کو ادائی کی غرض سے (۱۲۰) لاکھ روپے کی گنجائش بھی شامل رکھی گئی ہے)۔ خرچ میں ان اضافوں کے ساتھ ساتھ فوج کے مصارف میں (۸۵) لاکھ روپے کی تخفیف کر دی گئی ہے۔ صرف قومی تعمیری سرگرمیوں کے مجموعی مصارف (۱۰۲۳) لاکھ روپے ہوتے ہیں جس میں تعلیمات کے تحت (۳۴۸) لاکھ روپے کی اور طبابت اور صحت عامہ کے تحت (۱۰۸½) لاکھ روپے کی گنجائش بھی شامل ہے۔

نیا موازنہ ایک حیثیت سے "زرعی موازنہ" سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے تمام اندازے غذائی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے قائم کئے گئے ہیں۔ غذائی اجناس کو امدادی قیمتوں پر اور بیج اور کھاد رعایتی قیمتوں پر مہیا کرنے، غلہ جمع کرنے اور تقسیم کرنے والی ایجنسیوں کے اخراجات برداشت کرنے نیز چھوٹے چھوٹے کام مثلاً تالابوں کی مرمت وغیرہ کے لئے (۱۴۵) لاکھ روپے کی گنجائش فراہم کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ محکمہ زراعت کو بیج وغیرہ کی خریدی کے لئے کاشتکاروں میں پیشگی رقوم تقسیم کرنے کی غرض سے (۰۰ء۱۰۲) لاکھ روپے کی گنجائش فراہم کی گئی ہے۔ حیدرآباد اتحادی کمرشیل کارپوریشن کے غذائی اجناس کے ذخیروں میں جو اب محفوظ ہیں یا خریدے جائیں گے (۱۰½) کروڑ روپیہ لگا ہوا ہے۔ بیلوں کی خریدی اور کھاد وغیرہ کی خریدی کے لئے کاشتکاروں کو خصوصی تقاوی قرضے دیئے گئے ہیں یا دیئے جا رہے ہیں جن کی مقدار (۰۰ء۱۰۲) لاکھ تک پہنچتی ہے۔ آب پاشی کے بعض طویل المیعاد پروجکٹس اور بغرض دوسرے پروجکٹس کے علاوہ محکمہ زراعت نے غذائی پیداوار بڑھانے کا ایک زبردست سہ سالہ منصوبہ شروع کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ۱۹۵۲ء و ۱۹۵۱ء تک غذائی اجناس کی (۳۸۰۰۰۰) ٹن زاید پیداوار حاصل کی جائے۔

کفایت شعاری کی ضرورت

رکن فینانس نے موازنہ کے متعلق اپنی توضیحی یادداشت میں سرکاری محکموں پر کفایت شعاری کی ضرورت واضح کی ہے۔ موصوف نے بتایا ہے کہ "جہاں پچھلے پانچ سال کے دوران میں آمدنی میں (۶۵) فیصد اضافہ

(باقی صفحہ ۸)

سیاسی نمک پارے

از
کشاف

بلا تنقید:-

انجمن پیشوایان مذاہب کی رکنیت کی کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ یہ تنظیم صرف مذہب کے پیشواؤں کے لئے ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس تنظیم کو حکومت سرکار کوئی امداد نہیں ملتی پھر بھی ہمیں تنظیم کے قائدین اعلیٰ قسم کی موٹروں میں گھومتے نظر آتے ہیں...... یہ تنظیم بدلے حالات کے ساتھ اپنے آپ کو فوراً ڈھال لیتی ہے۔

(رہنمائی)

معاصر "پیام" نے یہ خبر شائع کی ہے کہ مولانا نور اللہ حسینی افتخاری ۱۰ محرم کو حالات کربلا بیان کریں گے۔ اور اس خبر کی سرخی معاصر موصوف نے یہ لگائی ہے "مسٹر نور اللہ کی رجعت قہقری"۔

ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ کیا حادثہ کربلا کا تذکرہ مدیر "پیام" کے نزدیک رجعت قہقری ہے؟ اور کیا حق صداقت کے لئے قربانی کی کوئی ایسی مثال اس نے پیش کی ہے جو شہید کربلا نے پیش کی تھی؟ مراسلہ نگار نے مدیر "پیام" کے مطالعہ کے لئے اقبال کے یہ اشعار درج کئے ہیں۔

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد
بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے با چنیں ساماں سفر

نیویارک ٹائمز لکھتا ہے کہ امریکہ میں ہندوستان سے ایک طرح کی سیاسی ہمدردی پیدا ہو چلی ہے اور امریکی حکومت چاہتی ہے کہ ہندوستان کے مسائل حل کرنے میں ہندوستانی حکومت کی مدد کرے۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

ایک معاصر نے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس میں مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ:-

شکر ہے کہ مددگار صدارت العالیہ کی ہر یہ ٹیکس والی تحریک علماء اور مذہبی کی جانب سے رد کر دی گئی۔ مہر کے بجائے جہیز پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس عائد کیا جائے۔

اگر جہیز کو شرع کے خلاف قانون قرار دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ بشرطیکہ ہمارے علمائے کرام اس کو مداخلت فی الدین تصور نہ کریں۔

فراخ گروپ وزارت نہیں چاہتا۔ اسٹیٹ کانگریس کی تنظیم کو سوامی گروپ کے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے

(اخباری سرخیاں)

وزارت نہیں چاہتا مگر وزراء کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صدر جمعیت علمائے ہند نے ایک صحافتی کانفرنس میں فرمایا کہ:-

مجلس اتحاد المسلمین کو اس کے پس منظر کے پیش نظر تحلیل کر دینا چاہیئے کیونکہ یہی ہماری تباہی کا باعث رہی ہے۔

اور مجلس کا سرمایہ جمعیت علماء کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ کام کی بات صرف اتنی ہے۔

صحافتی کانفرنس میں مولانا حفظ الرحمٰن نے یہ بھی فرمایا کہ:-

جمعیت ایک مذہبی جماعت ہونے کی حیثیت سے مذہب اور سیاست کو ایک ہی سمجھتی ہے۔

کیا مولانا کو خبر نہیں کہ غیر مذہبی جمہوریت میں مذہب ایک خانگی چیز ہے۔ نئے زمانہ میں ہم کو ناحق پرانی باتیں سنا رہے ہیں

مولانا حفظ الرحمٰن نے مشورہ دیا کہ:-

اگر کانگریسیوں کے اعمال اور دستور میں نمایاں فرق پیدا ہو جائے تو میں مشورہ دوں گا کہ مسلمان کانگریس سے علحدہ ہو جائیں۔

کیا مولانا چاہتے ہیں کہ مسلمانان دکن کو پھر ایک بار تختۂ مشق بنایا جائے؟

حیدرآباد میں جمعیت علماء کے ارکان کی تعداد تین ہزار ہے۔ (مولانا حفظ الرحمٰن)

ہمیں اب تک خبر نہ تھی کہ حیدرآباد میں تین ہزار علماء موجود ہیں۔

معاصر "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:-

اس انتشار اور خلفشار کے پیچھے جو چاروں طرف برپا نظر آتا ہے ایک توانا اور صحت مند زندگی کی صاف و شفاف روشنی ابھر رہی ہے۔

اور حیدرآباد کے مسلمان آئے دن بیروزگاری کی مصیبت میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔

مسٹر بی رام کشن راؤ نے مومن کانفرنس منعقدہ زمرد محل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:-

اس انقلاب کے دوران میں ایسی چیزیں ہوئیں جو نہ ہونی چاہیئے تھیں۔ شکر ہے کہ زیادہ خوفناک نتائج پیدا نہیں ہوئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر رام کشن راؤ نے پنڈت سندر لال کی تقریر پڑھی نہیں۔

اُردو کا تحفظ کس طرح کیا جائے

از
احمد اکبر آبادی

ناینده اسمبلی نے ناگری حروف میں ہندی کو قومی زبان قرار دے کر ایک پرانی بحث و اختلاف کو ختم کر دیا۔ بھارت کا جو آئین بنایا جا رہا ہے، سیاسی نقطۂ نظر سے اس میں اگر کوئی کمی اور خامی نہ ہو تب بھی صرف زبان کا یہ فیصلہ "جمہوری ہند" کے لئے اس وقت تک ندامت کی وجہ بنا رہے گا جب تک سچے لوگ تنگ نظری کے ادھار پر دوسرا دھان نہ بن جائے۔ مدراسی ہیوا اسمبلی ممبر کا یہ کہنا مت باتھ ہے کہ اسمبلی میں "لسانی فاشزم" بڑھا جا رہا ہے۔ مولانا آزاد کی تقریر "جمہوری ہندوستان" کی تاریخ کا ہمیشہ ایک اہم نقطہ بنی رہے گی۔ آنے والے مورخ بھارت میں لوگ تنگ نظری کے قائم یا ناکام ہونے پر اس تقریر سے بحثوں کی ابتداء کریں گے۔ اور تحریر پر اتہ لال مائیں گے۔

بھاشا کے سوال کو اس طرح طے کر کے کانگریس والوں نے دیش بھگتی کی اچھا اور آزادی کی بھلائی ہے اپنی تنگ دلی سے دیش کی عزت میں بٹا لگایا ہے اور لوگ تنگ نظری کی سدھارت کو بڑھاوا دے چکا ہے۔ انھوں نے ثابت کر دیا کہ غلامی دور ہوگئی۔ مگر ہماری ذہنیت ابھی تک غلامانہ ہے۔ ہم میں آزاد قوموں کی وسعت نظر اور فراخ حوصلگی نہیں ہے۔ اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ تنگ دلی بھارت وہ تنگ نظری کے سدھارت اصل ہوگا۔ اور ہماری نسلیں ہماری اس وقت کی تنگ خیالی پر شرمائیں گی۔

اس مضمون میں مجھے سیاسی گفتگو تو نہیں کرنا تھی۔ مگر سیاست کو بالکل چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔ اسمبلی میں زبان کے مسئلہ کا اس طرح فیصلہ ہونے کے بعد سے میں دیکھتا ہوں کہ اردو کی حفاظت کی پرچار ہندی کے اخبار میں بہت زوروں پر ہے۔ ایڈیٹر "قومی آواز" نے اوپر دیئے عنوان پر رائے ظاہر کرنے کی دعوت بھی دی ہے اور بڑے ہوئے لکھنے والے برابر مضمون لکھ رہے ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ جوش وہ ولولہ نہیں اس وقت کہاں تھا جب یہ فیصلہ کا وقت تو نہیں؟ کہیں مسئلہ احتجام کا جذبہ تو کام نہیں کر رہا ہے؟ میرا اندیشہ اگر غلط نہیں تو اردو کے تحفظ کی یہ تحریک اقلیت کے حقوق اور تحفظات کی مانگ میں بدل جا سکتی ہے۔ اقلیت کی زبان اور کلچر کا نام لیا جانے لگا ہے۔ ایسی مانگ متحدہ قومیت کی روایات کے خلاف بھی اور مستقبل میں سیاسی انجمنوں اور جتھوں کے لئے دروازہ کھول سکتی ہے اس لئے پہلے یہ بات صاف ہو جانا چاہیئے کہ فرقہ داری یا تنگ نظری سے ہم نے متحدہ قومیت کا جو اصول مانا ہے وہ صحیح تھا اور وہی فیصلہ اگر صحیح تھا تو پھر اقلیت کا لفظ جلد مٹا دینا چاہیئے۔ میرے خیال میں متحدہ قومیت اور مذہبی اقلیت کا وجود دو ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔

میں مانتا اور کہتا ہوں کہ برادران وطن نے اس وقت بھارت کی فضا کو ایسا بنا دیا ہے کہ مسلم اقلیت کا دم گھٹنے لگا ہے وہ زیادہ سے زیادہ بے حوصلہ ہوتی جا رہی ہے۔ پھر امتحان میں ثابت قدم بھی ثابت ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کے ذہنی انتشار کو قائم رکھنے اور بڑھاوا دینے کے سامان کر دیئے جاتے ہیں اور فرقہ داری کے دروازے بند نظر آتے ہیں۔ قوم پرست ہندوستان محسوس کر رہا ہے کہ لاکھوں کی دلداری کے خیال سے کروڑوں کو بے حوصلہ بنایا جا رہا ہے پھر بھارت کی سیکولر اسٹیٹ پاکستان کی مذہبی حکومت سے بازی لے جانا چاہتی ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا بھارت سرکار کی نیک نیتی اقلیت کے کام نہیں آرہی ہے اور ڈھیلی مشنری کو کسنے کے لئے حکومت کے پاس آر نہیں ہے ۔ ـــــــ لیکن ان حالات کو مستقل سمجھ لینا دنیا کے حالات سے ناواقفیت کا ثبوت بلکہ انسانی فطرت کو غلط طرح پر سمجھنا ہوگا۔ حالات بدلیں گے۔ اور ان کو بدلنے میں مسلم اقلیت کو بہت کچھ کرنا بھی پڑے گا۔ ہندوستان کو جتانے والوں نے تنگ نظری کا سبق سیکھ لیا ہے اور آنے والے ہندوستان میں بھی اور کبھی جمہوریت قائم ہونا نارمل ہے۔ ہندوستان کا انقلاب زندہ ہے۔ اور رہے گا۔ اس لئے کہ وہ عالمگیر انقلاب ہے کہ ہندوستان کی جمہوریت کے لئے مسلم اقلیت کا وجود لازمی اور اس کی ضمانت ہے۔ بھارت کی جہاں تک اور جہاں تک کے لئے مسلم اقلیت کا وجود ضروری ہے۔ جمہوری ہند کے جہاز کا لنگر ہندوستانی مسلمان ہوں گے اور متحدہ قومیت کی رکھوالی یہاں کی اقلیتوں کا منصب ہوگا۔

چنانچہ متحدہ قومیت کے اندر "اردو کے تحفظ" سے جو بھی مراد ہو اس کا نقطۂ نظر قومی ہونا لازمی ہے۔ تحفظ اردو کا مفہوم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جب ناگری حروف میں ہندی قومی زبان قرار پا گئی ہے تو اردو ادب میں جو قومی کلچری خزانے ہیں وہ ناگری حروف میں شائع کر کے محفوظ کر لئے جائیں اردو کی حفاظت کا مطلب اس کے سوا اگر کچھ اور ہے یعنی اردو نام باقی رکھنا یا غالب و اقبال کی زبان کو زندہ رکھنا مقصود ہے تو میں کہوں گا کہ اس کے لئے آب و ہوا سازگار نہیں رہی اور میدان تنگ ہو چکا ہے۔ اور یہ ایسے حالات کا نتیجہ ہے جو ہمارے اختیار سے باہر تھے۔

اردو ادب کے جواہر پاروں اور صحت مند محصول کو ہندی میں منتقل کرنے کے کام میں مجھے پورا یقین ہے۔ کہ ہندی کے ساہتکار اور پبلشر دل کھول کر ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ کام اگر بڑے پیمانے پر کیا گیا تو مانی ہوئی سی بات ہے کہ ہوتے ہوتے ہندی عبارت میں بھی روانی اور گھلاوٹ آجائے گی جس کی ہندی لکھنے پڑھنے والوں کو کمال آرزو ہے اس طرح دو زبانوں بھاشا کا فرق آہستہ ختم ہو جائے گا اور سنسکرت کے شبد ٹھونس ٹھونس کر جس طرح ہندی کو بوجھل بنایا جا رہا ہے۔ اس پر بھی ایک قسم کا بریک لگ سکے گا۔ اور اگر ضد بڑھا ہی گئی تو یہ ضد قلیم شناس .... میں سمجھتا ہوں کہ اب زیادہ دن نہ چلے گی۔ جتنے الفاظ زبردستی ٹھونسے جائیں گے ان میں سے چند ایسے لفظ جن کی زبان کو واقعی ضرورت ہوگی زندہ رہیں گے۔ باقی رہ جائیں گے۔

ستمبر یا ۱۹۴۹ء کے کسی نگار میں میرا ایک طویل مضمون "زبانی نزاع" کے عنوان سے چھپا تھا۔ جس میں میں نے اسی خیال پر زور دیا تھا جس کی طرف حال میں احتشام صاحب نے توجہ دلائی ہے۔ یعنی اس وقت دنیا جس ڈگر پر چل رہی ہے۔ پتہ دیتی ہے کہ پسے ہوئے عوام کی سربلندی کا عہد ہے ... دنیا میں سماج وادی عمل ہو رہے گا۔ درمیانی طبقہ کی چودھراہٹ کا زمانہ گیا ہے۔ کسان، مزدور دنیا کا مالک ہوگا۔ اسی کی بھاشا ہوگی اور اسی کی سنسکرتی۔ اس لئے زبان اور شیلی کی ہماری آج کی لڑائی جنگ زرگری سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی

حیرت کی بات ہے کہ عدن جی اور شرجی سے لوگ چین دیکھنی اور لی ایشیا کی حالت و واقعات سے کوئی چیتاونی نہیں لیتے۔ تعجب ہے کہ فرزانوں اور مفکروں کا قیاس ہونا ایسے لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا دوسرے ملکوں کے حالات و واقعات اگر انہیں کوئی سبق نہیں دے سکتے تو میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ تھوڑے دن اور جینے کا ارادہ کر لیں۔

(باقی پرسٹی)

جرمن رجحانات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی

از

ولہیم اسٹیڈ

مغربی یورپ کے لئے اگست کا مہینہ بہت اہم ہے۔ ۸ر اگست کو کونسل آف یورپ کی وزارتی کمیٹی کا جلسہ سٹرس برگ میں ہو رہا ہے۔ اور اس کے دو دن بعد کونسل کی مشاورتی کمیٹی کا جلسہ ہوگا۔ کونسل کے جلسہ کے دوران میں ۱۴ر اگست کو مغربی جرمنی کے برطانوی امریکی اور فرانسیسی منطقوں میں ہٹلر اور نازی طرز حکومت کے خاتمہ کے بعد پہلی بار جرمن عوام آزاد جرمن حکومت کے قیام کیلئے الکشن میں حصہ لیں گے۔

کونسل آف یورپ کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آیا مغربی جرمنی جس کی بنیاد جمہوری طرز پر رکھی جائے گی اپنے آپ کو مغربی یورپ کا جزو لاینفک سمجھے گا کہ نہیں۔ اس سوال پر ہونے والا الکشن کچھ روشنی ڈالے گا۔ جرمنی پارٹی لیڈروں کی تقاریر اور سیاسی پارٹیوں کے رجحانات سے یہ یقین نہیں ہوتا ہے کہ جرمن عوام نے دونوں جنگوں میں شکست کھا کر اپنا نظریہ بنیادی طور پر تبدیل کر لیا ہے۔

مجھے جرمنی اور جرمن عوام کا تجربہ ۱۸ر جولائی ۱۸۹۱ء سے ہے۔ اس دن ہی نے پرنس بسمارک کی جو جرمنی کی قومی وحدت کا حقیقی معمار تھا ایک تقریر سنی تھی وہ انیس ویں صدی کا ایک ممتاز سیاستدان تھا۔ جرمنی کو متحدہ کرنے کے لئے اگرچہ اس نے تین جنگیں لڑی تھیں مگر وہ ایک ایسی جنگ کے خلاف تھا جو دوسروں کی آزادی کو سلب کرنے کے لئے لڑی جائے اور جس کا مقصد ملک کی توسیع کرنا ہو۔

بسمارک جرمن ستان کی تحریک کا بھی مخالف تھا جو اس وقت شہنشاہ ولیم دوم اور اس کے آس پاس بیٹھنے والے سیاستدانوں اور فوجیوں کے دماغوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اس نے دور بینی سے کام لیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ تحریک ایک دن جرمن سلطنت کے زوال کا باعث ہوگی ۔۔۔۔ وہ جرمن سلطنت جس کا سب سے بڑا معمار خود وہ تھا۔ واقعات نے بسمارک کی پیش بینی کو سچا ثابت کر دیا ہے۔ لیکن جرمن عوام نے ان واقعات اور بسمارک کی سیاسی سوجھ بوجھ سے کوئی سبق حاصل کیا ہے۔ یہ بات ابھی تک مشکوک ہے۔

یورپ کے مستقبل کے لئے جرمن عوام کے موجودہ رجحانات بہت اہمیت رکھتے ہیں جب تک جرمن عوام یورپی سسٹم پر غلبہ رکھے بغیر اپنے آپ کو مغربی یورپ کا ضروری حصہ سمجھیں گے مغربی یورپ خطرہ میں رہے گا۔

مغربی طاقتیں شاید مغربی جرمنی کے ساتھ راہ و رسم رکھنے کے لئے بہت خواہشمند اور بے قرار ہوں لیکن ان کی یہ بڑی بھاری غلطی ہوگی اگر وہ سمجھیں کہ جرمن نظریہ میں بنیادی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

جب میں یہ کہتا ہوں تو میرے سامنے فرق موجودہ حالات نہیں ہیں ۱۹۲۶ء میں بھی تو بالکل یہی صورت حالت تھی مرحوم ڈاکٹر سٹریسمن جو موجودہ دور کے جرمن مدبروں میں سب سے زیادہ سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک تھے لیگ آف نیشنز کی اسمبلی میں جرمن وفد کا لیڈر بن کر آئے تھے میری ان کے ساتھ کچھ بات چیت ہوئی۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ ۔۔۔۔ جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک کا اشتراک عمل جرمنی اور یورپ دونوں کے مفاد میں ہے انہوں نے کہا تھا کہ میں کسی باقاعدہ پالیسی پر عمل نہیں کر سکتا۔ میں تو جرمن رائے عامہ کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہوں۔

چند مہینوں کے بعد مجھے برلن آنے کی دعوت دی گئی تاکہ جرمن عوام کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کروں وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سٹریسمن جرمن عوام کو ناراض کئے بغیر یورپ کے ساتھ اشتراک عمل کی پالیسی پر عمل نہیں کر سکتا۔

اس وقت ہٹلر اور نازیت نظر نہ آتے تھے لیکن صرف سات سال کے اندر ہی ہٹلر نے جرمن عوام کے جذبات کا بڑی چالاکی سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور وہ جرمنی کا اصلی مالک بن گیا۔ آج صورت حال شاید بالکل مختلف نظر آئے کیونکہ مغربی منطقوں میں برطانیہ فرانس اور امریکہ بیٹھے ہوئے ہیں اور مشرقی منطقہ پر روس کا قبضہ ہے لیکن پھر بھی جرمن پارٹی لیڈروں کی تقاریر سن کر یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ابھی تک ان کے خیالات میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ سوشل ڈیموکریٹک کا لیڈر بھی ایسے لیڈروں میں شامل ہے۔ اس نے ایک تقریر میں کہا "مغربی اتحادیوں کی گستاخ اور مغرورانہ روش ختم ہو جانی چاہئے" اس نے شکایت کی کہ نازیوں کے جرائم کے لئے جرمن عوام کو کیوں قصوروار ٹھیرایا جا رہا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان اختیارات میں مغربی اتحادیوں کو کیا کرنا چاہئے میرے خیال میں تو انہیں ایک مضبوط پالیسی پر عمل کرنا چاہئے اور ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے۔

کپڑے اور غلے کی قیمتوں میں تخفیف

نئی دہلی ۳۰ر اکتوبر۔ ایسا معلوم ہوا ہے کہ غلے۔ سوتی کپڑے اور دوسری ضروری اجناس کی قیمتوں میں تخفیف کے مسئلہ پر حکومت ہند غور کر رہی ہے۔

ٹیکسٹائل ایڈوائزری کمیٹی اور سوتی کپڑے کی صنعت کے نمائندوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یکم نومبر ۱۹۴۹ء سے کارخانے سے مال نکلنے پر کپڑے اور سوت کی زیادہ سے زیادہ قیمتوں میں چار فیصدی کی تخفیف کر دی جائے یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ تقسیم کنندگان کے نفع کی شرح بھی گھٹا دی جائے اور اس تخفیف کا اطلاق نومبر اور اس کے بعد تیار ہونے والے کپڑے اور سوت پر ہوگا۔ کارخانے سے مال نکلنے پر کپڑے پر زیادہ سے زیادہ موجود منافع ۲۰ فیصدی اور سوت پر ۱۵ فیصدی ہے لیکن اب کپڑے پر زیادہ سے زیادہ منافع ۱۴ فیصدی اور سوت پر ½۱۲ فیصدی ہوگا۔ ان دونوں تدابیر کو ایک ساتھ اختیار کرنے سے صارف کے لئے سوتی کپڑے کی قیمت میں تخفیف ہو جائیگی تقسیم کنندگان کے منافع کی مزید تخفیف تجویز کرنے کے لئے صوبائی یا ریاستی حکومتوں کے لئے کوئی امر مانع نہ ہوگا اگر یہ اقدام مستحسن اور ممکن خیال کیا جائے۔ غلہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ابتدائی قیمت میں (۳) سے (۱۰) فیصد تک تخفیف ہونی چاہئے نقل و حمل اور تقسیم کے اخراجات میں کمی کی وجہ سے جو تخفیف ہوگی اور اس پر یکم نومبر ۱۹۴۹ء سے عمل درآمد کیا جائیگا۔ تحصیل غلہ کی قیمتوں میں تخفیف کا اطلاق نئی فصل خریف سے ہوگا۔ مختلف صوبوں میں فصل کاٹنے کے موسم کے مطابق مذکورہ بالا فصل نومبر اور جنوری کے درمیان کاٹی جائیں۔ مختلف علاقوں کی طرف سے تحصیل غلہ کی قیمتوں کا اعلان آئندہ چند روز کے عرصہ میں ہی کر دیا جائے گا۔

پنڈت نہرو کا سفر امریکہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

نظریہ ہے جس کو ترک کرنا مشکل ہے۔ معاشی مفادات، باہمی ہمدردی اور حالات ہندوستان کو مجبور کر دیں گے کہ اگر کوئی جنگ ہو جائے تو وہ امریکہ کے ساتھ رہے جس غیر جانبداری کا اعلان کیا جا رہا ہے وہ کوئی معنے نہیں رکھتی ہندوستان کی ہمدردی امریکہ کی طرز زندگی اور اس کے سیاسی و سماجی اداروں کے ساتھ ہیں۔ ہندوستان صنعتی ترقی کرنا چاہتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ وہ امریکہ سے مالی امداد حاصل کرے۔ ہندوستان کی قسمت امریکی سرمایہ سے وابستہ ہو گئی ہے اور وہ کسی جنگ سے علحدہ نہیں رہ سکتا جس میں امریکہ شریک ہو۔ یہ حقائق ہیں جن پر الفاظ پردہ نہیں ڈال سکتے۔

(ریڈیکل ہیومنیٹ)

ششماہی موازنہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

ہوا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی ساتھ خرچ (۲۲) فیصد بڑھ گیا ہے۔ موصوف نے اپنی یادداشت میں تخفیف مصارف کی ایک کمیٹی کے تقرر کی تجویز پیش کی ہے جو اس معاملے کی تفصیلی طور پر چھان بین کرے گی۔

اخراجات سرمایہ

اخراجات سرمایہ کے لئے (۱۵۸) لاکھ روپے کی گنجائش فراہم کی گئی ہے جس میں سے (۲۲۴) لاکھ آبپاشی کے پروجکٹس پر (۲۳) لاکھ روپے ترقیات دیہی کو داوری کے سلسلے میں، (۳۱) لاکھ روپیہ کارہائے تعمیر طیران گاہ پر (۲۶) لاکھ روپے نظام ساگر کی برقابی اسکیم پر، تقریباً (۲۲) لاکھ روپے عمارتوں اور سڑکوں کی تعمیر پر (۲۰) لاکھ روپے شہروں اور قصبوں میں برقی قوت کی سربراہی پر (۳۰) لاکھ روپے حیدرآباد اور سکندرآباد کے ٹیلیفونی نظام کی توسیع کے لئے مشنری اور پلانٹ کی خریدی میں، اور (۳۰) لاکھ روپے حکومت مقامی اور آرائش بلدہ کے کاموں پر خرچ کئے جائیں گے۔ (۹۲½) لاکھ روپے مرکز عادل آباد ریلوے لائین کی تعمیر پر خرچ کئے جائیں گے۔

صنعتی سرمایہ کاری

ریاست نے مختلف صنعتی اداروں میں

جن میں سنگارینی کالریز، سرپور پیپرز اور سرسلک فیکٹری شامل ہیں، (۱،۱) کروڑ کا سرمایہ لگایا ہے ان اداروں اور بعض دوسرے اداروں کے انتظامات کے لئے حکومت نے انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ کے تحت ایک انتظامی ادارہ قائم کیا ہے اور وہ تجربہ کار اصحاب کو کارگزار ارکان کی حیثیت سے مقرر کیا ہے۔

علم مالیاتی موقف

سرکاری قرضہ کی مقدار ۱۳۵۸ف کے ختم پر (۱،۸۸،۵۸۸) لاکھ روپے رہی ہے۔ مختلف محفوظات کی مجموعی مقدار (۵،۰۸،۲) لاکھ تک پہنچی ہے ۱۳۵۸ف کے ختم پر واصلات اور واجبات کی مقدار حسب ذیل تھی۔

واصلات ۱۲۳۱۵۶۹۴

واجبات ۶۵۹۹۶۳۵

توضیحی یادداشت ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے مجموعی طور پر ریاست کا مالیاتی موقف مستحکم ہے۔ ریاست کے سرکاری قرضہ کے جواب میں نفع بخش واصلات اور دوسرے محفوظات کافی مقدار میں موجود ہیں۔

اُردو کا تحفظ کس طرح کیا جائے

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

خود بھارت کی جنتا آپ کو یہ سبق پڑھا کر سُنا دے گی۔ بدیسی ذہنیت اب دنیا میں کہیں راج نہیں کر سکتی۔ غرض میں اس کو بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ اُردو والے جلد سے جلد ہندی پڑھنے پر عبور حاصل کر لیں، اخبار اور رسالے ان کے مطالعہ میں رہیں اور اپنے لکھے ہوئے لٹریچر کی زبان میں لکھ کر ناگری حروف میں شائع کریں، اپنی نگرانی میں ہندی کے اخبار و رسالے نکالیں مجھے یقین ہے کہ ہندی پڑھنے والی جنتا اردو نظم کی زبان کے سامنے کسی روز بھی عبارت کا پڑھنا پسند کرے گی۔

مسلمان بچوں کو عربی رسم الخط سکھانا ضروری ہے یہ مقصد پرائمری کلاسوں میں پورا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد سکنڈری کلاسوں میں انھیں صرف ہندی پڑھنا چاہیئے۔ ورنہ کبھی ہندی کے اچھے لکھنے والے نہ بن سکیں گے اور اگر دیش بھاشا ہندوستانی رکھنا مقصود ہے تو اردو والوں کو ہندی میں تصنیف و تالیف کرنا بھی لازمی ہے مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ ریاست گوالیار میں سرکاری زبان ہندی تھی اور مسلمان اہل کار کارگزاری کے ساتھ اس رسم الخط میں کام کرتے تھے۔ زبان وہی بول چال کی تھی اسکولوں میں بچوں کو ہندی اردو پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ اور ان کی اردو دانی بھی اعلیٰ درجہ کی

تھی۔ یہودی قوم ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور ہر ملک کے یہودی اپنی وطنی زبان میں اعلیٰ پائے کے مصنف و اہل قلم مانے جاتے رہے ہیں۔ حالانکہ ہر یہودی عبرانی رسم الخط جانتا اور پڑھتا ہے۔ انجمن ترقی اردو ادب قابل اور معتمد ہاتھوں میں ہے اور اس کی خدمات قوم و ملک کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہے کہ انجمن نے اُردو ادب کو ہندی میں منتقل کرنے کا کام شروع کر دیا ہے لیکن رومن حروف میں کتابیں شائع کرنے کا فائدہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ غیر ہندی والی صوبوں میں وہیں کی زبان میں ہندوستانی ادب کی اشاعت ہونی چاہیئے تھی اور ہندی کے ساتھ دوسری زبانوں کے ادبی رجحانات سے واقف ہونا ان کی ادبی ضرورت ہے۔ انجمن کو ایک روزانہ، ہفتہ وار، ایک ماہنامہ اور ایک سہ ماہی رسالہ ناگری حروف میں اس زبان میں نکالنا چاہیئے دیش بھاشا کو جس کی اچھا اور آرزو تھی میری قطعی رائے ہے کہ جب دیش کا نام بھارت پڑ گیا ہے تو دیش کی زبان کو ہندی نہیں بھارتی کہنا چاہیئے لیکن انجمن کے بارے میں یہ تجویز کروں گا کہ اس کا نام بدل کر ہندوستانی پرچار سبھا رکھا جائے ظاہر بات ہے کہ اُردو جس زبان سے مراد لی جاتی ہے نہ اس کا چلن رہ نہیں سکتا۔ خالی نام باقی رکھنا چڑھاوے چڑھانے سے زیادہ کوئی کام نہ کرے گا۔

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے وفد کا دورہ

علیگڈھ۔ یکم نومبر۔ ہندوستانی کلچر سوسائٹی الٰہ آباد کا ایک وفد جو غالباً عبدالمجید خواجہ صاحب پنڈت سندرلال اور قاضی عبدالغفار صاحب پر مشتمل ہوگا بہت جلد سارے ملک کا دورہ شروع کر رہا ہے۔ اور امید ہے کہ یہ حضرات آخر نومبر تک حیدرآباد بھی تشریف لائیں گے۔

یہ سوسائٹی جو ستمبر ۱۹۴۳ء سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہو کر کام کر رہی ہے۔ سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر تاراچند، ڈاکٹر بھگوان داس، مسٹر عبدالمجید خواجہ، ڈاکٹر سید محمود، علامہ سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر عبدالحق، اور پنڈت سندرلال وغیرہ نے مہاتما گاندھی کی دعاؤں کے ساتھ قائم کی تھی اور شروع ہی سے اس کے کارکن فرقہ پرستی اور مذہبی مناقشات کو مٹا کر ایک مشترکہ ہندوستانی ثقافت کو ترقی دینے کی ٹھوس اور سنجیدہ جدوجہد کر رہے ہیں۔

راتب کارڈوں کی تجدید

ایسے جملہ سارفین کو جن کے راتب کارڈوں پر ۱۲ ردے ۳۵۹ف تک کام آنے والے پرچے چسپاں کئے گئے ہیں، انھیں چاہئے کہ اپنے کارڈ متعلقہ عہدہ دار راتب بندی کے پاس پیش کریں اور مزید چھ (٦) ہفتوں کیلئے جدید پرچہ جات چسپاں کروالیں ورنہ ۱۵ ردے ۳۵۹ف کے بعد ایسے راتب کارڈ پر جن پر تجدیدی پرچہ جات چسپاں نہیں ہوں، کوئی شخص غلہ حاصل نہیں کرسکے گا اور نہ کوئی دوکاندار غلہ اجراء کر سکے گا۔

بوس کی نئی انقلابی جماعت کا انقلابی پروگرام

کلکتہ یکم نومبر۔ متحدہ سوشلسٹ کانفرنس نے نیتاجی بھون کلکتہ میں اپنے سہ روزہ اجلاس کے ختم پر بائیں بازو کی جماعتوں کو متحکم کرنے کے لئے ایک نیا اتحاد بنایا ہے جس کا نام بھارتیا سمیکتا سبھا بری ہے۔ اس نئے ادارہ کا مقصد ہندوستان میں اشتراکیوں کی عومیت پسندوں کی ایک یونین بنانا ہے تاکہ ملک میں ایسی غیر طبقاتی سوسائٹی بنائی جاسکے جس میں انسان انسان کی محنتوں سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ یہ نیا ادارہ ہندوستان کی غیر جمہوری آمرانہ اور رجعت پسند حکومت کو ہٹا کر کسانوں اور مزدوروں کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے سامراج پسندی جاگیرداری اور سرمایہ پرستی کے خلاف اپنی انقلابی جدوجہد کو آگے بڑھاتا رہے گا اس غرض سے (۲۴) نکات کا ایک پروگرام بھی تیار کرلیا گیا ہے جس میں غیر جمہوری اور غیر نمائندہ مجلس دستور ساز کے بنائے نام نہاد دستور کو مسترد کرنا یونین آف سوشلسٹ ری پبلک آف انڈیا کا دستور بنانے کے لئے عام حق رائے دہی کی بنیاد پر ایک عوامی مجلس دستور ساز طلب کرنا، دولت مشترکہ سے ہندوستان کا رشتہ بالکل توڑ دینا اینگلو امریکی سامراج سے کوئی تعلق نہ رکھنا، جبری فوجی ترتیب وغیرہ شامل ہیں۔

معاشی تحقیقات کا آغاز

حیدرآباد یکم نومبر ۱۹۴۹ء - دیہی زندگی کے معیار کو بہتر بنانے اور دیہاتوں والوں کی صحت اور تعلیم کا عمدہ انتظام کرنے اور ان کی معیشت کو ترقی دینے کی ضرورت عام طور پر تسلیم کرلی گئی ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سلسلے میں جو بھی قدم اٹھایا جائے وہ ریاست کے دیہی علاقوں کے حالات کے متعلق صحیح معلومات پر مبنی ہونا چاہئے۔ اس کے مدنظر حکومت حیدرآباد نے اپنے معاشی مشیر کی نگرانی میں وسیع پیمانے پر ریاست کے دیہات کی معاشی تحقیقات عمل میں لانے کا ارادہ کرلیا ہے اور موضوعات کے دفتر نے متعلق تحقیقاتی کام شروع بھی کردیا ہے۔

اس تحقیقات کا خاص مقصد ... امور کے ساتھ ساتھ یہ معلوم کرنا ہے کہ قابل حصول معاشی وسائل سے کس حد تک فائدہ اٹھایا جاتا ہے، زرعی زمینات کس طرح منتشر ہیں، کس قسم کے زرعی آلات اور کھادیں استعمال کی جاتی ہیں، زراعت کے کونسے طریقے آجکل میں قبول کئے گئے ہیں، کاشتکاری کیلئے مارکٹنگ اور مالیہ کی صورت حال کیا ہے، کونسی فصلیں پیدا کی جاتی ہیں اور دیہاتوں میں حفظان صحت اور رہائش کا کیا حال ہے۔

اس تحقیقات میں یہ بھی معلوم کیا جائے گا کہ ... اراضی اس علاقہ میں ہے اور زمین کی ... کیا امکانات ہیں۔